آج صرف ہمارے ملک میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں تہذیبی اور تمدنی قدروں کے ادلنے بدلنے سے پورے انسانی معاشرہ اور سماج کا جو حال ہوگیا ہے اس کے بہت گہرے اثرات اسلامی ممالک اور ان کے اداروں پر بھی پڑ رہے ہیں۔ اسلامی ضابطۂ اخلاق کی رُو سے ان میں جو چیزیں غلط اور مذموم ہیں بے شبہ ان کی اصلاح اور اس فساد کے اثرات کو زیادہ سے زیادہ محدود کرنے کی سرگرم کوشش ہونی چاہیئے۔ لیکن اس کوشش کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کو تجویزوں اور ریزولیوشنوں کے ذریعہ روکا جائے اور جن سرچشموں سے یہ فساد آ رہا ہے ان کا کھوج لگا کر ان کو بند کرنے کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں میں ان کی مُردہ اخلاقی حِس کو بیدار کیا جائے۔ ان میں مذہبی شعور اور اپنی تہذیبی قدروں کے احترام و تعظیم کا صحیح جذبہ پیدا کیا جائے اور ان اداروں کا اہتمام و انتظام ان لوگوں کے سپرد کیا جائے جو خود اپنے اندر یہ شعور اور جذبہ رکھتے ہوں۔ ان دونوں میں سے پہلا طریقہ نہ صرف یہ کہ مفید ہی نہیں ہے بلکہ اس اعتبار سے سخت مضرت رساں بھی ہے کہ اس سے ضد اور ہٹ پیدا ہوتی ہے اور تصادم و تزاحم کی وجہ سے اصل مقصد کے حاصل ہونے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ چنانچہ جس زمانہ میں مسلم یونیورسٹی میں نماز نہ پڑھنے پر طلبا پر جرمانے ہوتے تھے اور مسجد میں ان کی حاضری کلاس روم کی طرح ہوتی تھی۔ باخبر اصحاب کا بیان ہے کہ بہت سے لڑکے بغیر وضو کے ہی نماز پڑھا دیتے تھے یا یہ کرتے تھے کہ حاضری دی اور مسجد سے چل دیئے اور بعض بعض کو یہ کد تھی کہ جرمانہ دیتے تھے مگر نماز نہیں پڑھتے تھے۔

اس لئے درحقیقت اصل طریقہ اصلاح کا صرف یہی ہے کہ تصادم و تزاحم کی صورت سے پہلو بچاتے ہوئے طلبا میں صحیح فکر پیدا کی جائے اور داخلی و خارجی طور پر ایسے اسباب مہیا کئے جائیں جو ان کی اخلاقی تعلیم و تربیت میں ممد و معاون ہوں۔ وہ خود اپنا اچھا اور برا محسوس کریں، نیک و بد میں امتیاز کریں اور ان میں اپنی روایاتی اقدار کا ایسا یقین پیدا ہو جائے کہ غیر طبعی ترغیبات ان کے قدم کو متزلزل نہ کر سکیں۔ یہ مقصد ریزولیوشن پاس کرنے سے حاصل نہیں ہوتا اس کے لئے مسلسل جدوجہد خلوص اور دیانت کے ساتھ نگرانی درکار ہے اور خدا کا شکر ہے کہ یہ کام ہو رہا ہے اور اس کے اثرات محسوس کئے جا سکتے ہیں۔

مذکورۂ بالا خبر کے سلسلہ میں بعض اخبارات نے صدر شعبۂ سُنی دینیات پر تجویز پر بحث کے دوران میں بالکل خاموش رہنے پر اعتراض کیا ہے۔ ان اوپر کی سطروں سے معلوم ہوگا کہ خاموشی کی وجہ کیا تھی۔

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر تیرا زُجاج ہو نہ سکے کا حریفِ سنگ

بہرحال ہمارے دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ایک عظیم قومی ادارہ کے ساتھ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ اسکی نسبت کوئی ایسی ویسی بات کسی ذریعہ سے معلوم ہو اور اسکو اچھی طرح تحقیق کر لینے کے بغیر یونہی شائع کر دیا جائے اور اس پر مضامین کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے اسی قسم کے مواقع کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کَفیٰ بِالمرءِ کَذِباً اَن یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ۔ یعنی ایک آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سنائی بات کو نقل کر دے۔

جمال الدّین احمد ہانسوی الخطیبؒ

جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب حیدرآباد (مغربی پاکستان)

(۲)

عاشقانہ | حضرت جمال الدین احمد ہانسویؒ نے واردات و کیفیاتِ عشق و محبّت کو خوب خوب بیان کیا ہے۔ کہیں عشق کی رنگینیوں کا ذکر ہے تو کہیں عاشقِ خستہ جگر کی غمگینیوں کا بیان، کہیں اظہارِ شوق وطلب ہے تو کہیں قرب و وصال کی جاں پرور و روح نواز ساعتوں کا ذکر۔ کہیں محبوب دلربا سے ہم کلامیوں کے مزے ہیں تو کہیں اس کے حُسنِ جہاں سوز کے چرچے۔ غرض جمال ہانسویؒ نے وارداتِ عشق کے ہر پہلو کو خوب اُجاگر کیا ہے۔ بیانِ عشق ملاحظہ ہو:۔

زیرک دلے کہ نامِ تو برلوح جاں نوشت — ایام خود مبارک می جست زاں نوشت
چوں عین و قین راہ غمت دل نگاہ کرد — ایں ہر دو حرف بر ورق سرنجاں نوشت
آں را کہ کرد کاتب قضلت عنا سینے — اسمش بمتنِ دفتر تو رایگاں نوشت
دالِ دہن نہ دید مضاعفت بدالِ درد — آں کس کہ ذالِ ذکر ترا برزباں نوشت
مقبل کسے کہ بیم نمودش فراق تو — بس بہرِ او وصال تو خطِ اماں نوشت
تیغِ تو گرچہ کرد رواں خوں ز عاشقت — درحضرتِ تو قصّہ زخونِ رواں نوشت
تالاتِ عشقِ تو نہ زند ہر مقلّدے — عشقِ تو جاں بدادن بر عاشقاں نوشت
خواہم کہ تا کتاب نویسم ز عشق تو — فصل ز باغ عشق تو کے می تواں نوشت
مسکیں جمال انچہ بہ الہام از تو یافت — بر صفحۂ صحیفۂ معنی ہماں نوشت

(ص ۔ ۱۵۳، ۱۵۴)

ہجر و فراق کی کیفیات ملاحظہ ہوں :۔

پُر ز غمِ تو است سینہ، ایں غم کجا گذارم؟ پُرنم ز تست دیدہ، ایں نم کجا گذارم ؟
در عرصۂ قیامت اندر دلِ حزینم آرد غمِ تو شادی، ایں غم کجا گذارم ؟
من خستہ را ہمیشہ اندامانِ خلوت اندوہِ تست ہمدم، ہمدم کجا گذارم ؟
درہم شدہ است جانم از غایتِ تحیّر بیشِ تو عرضہ کردم، درہم کجا گذارم ؟
دارم بدام ماتم از فوتِ وصل و قربت تا وصلِ تو نیابم، ماتم کجا گذارم ؟
احمدؔ بگو بیت آرم یک بار اگر بگوئے من چو دو را بگو بیت دم، دم کجا گذارم ؟

(ص - ۳۷)

جذبۂ طلب، شوقِ وصال ملاحظہ ہو :۔

نیک باشد گر بپذیرد جانِ ما جانانِ ما خوش بود در خدمتِ جاناں مقامِ جانِ ما
گر نسیمِ لطفِ او بر بوستانِ ما وزد خار نبود گل بود بر گل بنِ بستانِ ما
اندوہش در سینۂ ما ہست مہمانِ عزیز کس ندارد در ہمہ آفاق چو مہمانِ ما
ہر دلِ ہمچوں دلِ ماختگان نبود ازانکہ داغ او دارد دلِ سرگشتۂ حیرانِ ما
دردِ ما چو از حبیب آمد بعین و شین و قاف ہم ازو باشد علاج و مرہم و درمانِ ما
کاروانِ وصلِ او باید کہ زاں یابد خلاص از چہِ تاریکِ ہجراں یوسفِ کنعانِ ما
ما ہمی خواہیم از وے نعمتِ قربش ولیک او چو مستغنی است از ما کی کند فرمانِ ما
تا لقائے دل کشائے او نہ بیند ناگہاں چون نہ وا ماند ز گریہ دیدۂ گریانِ ما
گویدا اندر جمع درویشاں جمال از راہِ شوق ما بکلّی زانِ او، او زانِ ما، او زانِ ما

(صفحہ ۱۹۶)

محبوبِ دلربا سے عاشقانہ خطاب ملاحظہ کریں :۔

ہست دلِ حزینِ من عشقِ ترا خزانۂ ناوکِ اندوہ ترا سینۂ من نشانۂ